# اسوۂ رسول ؐ کا دعوتی پہلو

ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل ☆

ختم نبوت کا تعلق محض عقیدے سے نہیں کیونکہ عقیدہ اگر عمل پر اثر انداز نہ ہو تو صرف بے شعوری کی کفیت کا نام ہے لہٰذا ختم نبوت کے عقیدے کا عملی اظہار یہ ہے کہ امت اس کام کو اختیار کر لے جو حضور اکرم ؐ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو ہے اگر چہ ایک کامل نمونے کے طور پر

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ (۱)

آپ کی سیرت میں ہر طرح کی راہنمائی موجود ہے مگر آپ کی حیاتِ مبارکہ کا نمایاں ترین پہلو آپ کا دعوتی کردار ہے۔

﴿انا ارسلنک شاھدا................﴾(۲)

گویا کہ آپ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں مگر توازن کے ساتھ یعنی دین پر چلنے کی صورت میں خوشخبری دینے والے اور غفلت اور معصیت کی صورت میں ہولناک انجام سے خبردار کرنے والے اس لیے آپ کی داعیانہ حیثیت میں اعتدال ہے نہ تو خوشخبری اور کامیابی کے تصور کو اتنا غالب کیا گیا ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو کر یہ سمجھنے لگے کہ اللہ غفور رحیم ہے ہر صورت میں مغفرت ہو جاتی ہے یا پھر یہودیوں کی طرح

﴿لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ﴾(۳)

اور نہ ہی اتنا ڈر اور خوف ہو کہ انسان مایوسی کا شکار ہو جس کے نتیجے میں انسان کو مایوسی گناہ کی طرف لے جائے۔ تقویٰ جو قرآن وسنت کی روشنی میں تشکیل پانے والے کردار کی بنیادی فضیلت ہے۔ تاہم تقویٰ کے اعلیٰ ترین مدارج طے کرنے والا ہو یا گناہوں میں لت پت فرد۔ بنیادی

---

☆ لیکچرار، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور

طور پر وہ اللہ کی رحمت کا محتاج ہے۔ لہٰذا ڈر اور خوف کو دعوت کا مرکز بنانے کے ساتھ ساتھ اعتدال کے ساتھ امید کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔

﴿لا تقنطوا من رحمة الله﴾(۴)

ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ آپ ؐ مزید فرماتے ہیں:

''خیر الامور اوسطها ''(۵)

چنانچہ حضورؐ کی زندگی کے کامل ترین نمونے سے جہاں اہلِ ایمان کے قلوب میں داعیانہ تڑپ پیدا ہوتی ہے وہاں یہ اسوہ داعیانِ حق کو افراط و تفریط سے بچا کر توازن کی راہ پر بھی ڈالتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرمؐ سے زیادہ دعوتی ذمہ داریوں کا جوش اور اخلاص کسی اور میں کیسے ممکن ہے مگر اللہ نے آپ ؐ کو بھی اعتدال کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا:

﴿اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ﴾(۶)

﴿فلعلک باخع نفسک علىٰ اٰثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفا﴾(۷)

حضور اکرمؐ کی حیات مبارکہ کا دعوتی پہلو اتنی امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ آپ نے اپنی داعیانہ حیثیت کو درج ذیل الفاظ میں بیان کر کے داعیانِ حق کے لیے اولین ترجیح کا تعین کر دیا ہے۔

آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:

''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب آس پاس کا ماحول آگ کی روشنی سے چمک اٹھا تو یہ کیڑے پتنگے اس پر گرنے لگے اور وہ شخص پوری قوت سے ان کیڑے پتنگوں کو روک رہا ہے لیکن پتنگے ہیں کہ اس کوشش کو ناکام بنائے دیتے ہیں اور آگ میں گھسے پڑ رہے ہیں (اسی طرح) میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑے رہے ہو''۔(۸)

مذکورہ بالا فرمانِ رسول سے واضح ہوتا ہے کہ داعی حق بے لوث ہوتا ہے۔ بندگان خدا کو انجام بد سے بچانے کے لیے بے چین ہوتا ہے نیز داعی کا واسطہ صرف حق کی طرف لپکنے اور داعی کی پذیرائی

کرنے والے مخاطبین سے نہیں ہوتا بلکہ غافل معاشرے سے زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ قرآن نے کہا:

﴿و کنتم علیٰ شفا حفرة من النار فانقذکم منها﴾(۹)

حضور اکرمؐ داعی کی حیثیت سے جو کچھ فرما رہے تھے اس کے اولین مخاطب آپ خود تھے جیسا کہ پیغمبرؐ دعوتی کام کی سرانجام دہی سے قبل ﴿انا اول المسلمین﴾(۱۰) کا اعلان کرتا ہے۔

آپؐ کی سیرت کا ہر موڑ اور ہر گوشہ شاہد ہے کہ آپ کے قول و عمل میں مکمل مطابقت اور ہم آہنگی تھی۔ یقیناً بعثتِ نبویؐ کے زمانہ حال تک تعریف و عقیدت کے پھول نچھاور کیے گئے ہیں یا بے رحم تنقیدی معیارات پر پرکھا گیا تو سب سے بڑھ کر آپ انسانی تاریخ میں جانچے گئے اور پرکھے گئے مگر ہر کوشش اور سعی سے قرآن کے اس تبصرے کی تصدیق ہوئی کہ ﴿انک لعلی خلق عظیم﴾(۱۱)

بالعموم سمجھا جاتا ہے کہ دین و مذہب کی بنیاد چونکہ عقیدے پر ہوتی ہے اس لیے دعوتی ترتیب میں بھی سب سے پہلے عقیدہ پیش کیا جائے مگر سیرت پاکؐ میں حکمت اور دعوت ایک دوسرے لیے لازم و ملزوم ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلهم

بالتی هی احسن﴾(۱۲)

لہٰذا یہ حکمت آپ کی دعوتی زندگی میں ایک خاص پہلو اور ترتیب کو واضح کرتی ہے کہ داعی حق اپنے عقیدے، نظریے اور فکر کو پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات اور اپنی زندگی کے اخلاقی سرمایے کو مخاطبین کے سامنے پیش کرے جیسا کہ فاصدع بما تؤمر (۱۳) کا حکم ملا تو حضور نے مکہ میں اعلانیہ دعوت کا آغاز کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز رازِ کائنات یعنی عقیدۂ توحید سے کرنے کے بجائے پہلے اپنی زندگی کے گذرے سالوں اور روز و شب کو اہل مکہ کے سامنے پیش کیا کہ میں نے اتنے برس تمہارے درمیان گذارے ہیں تم میرے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔ جب سب نے آپ کے بارے میں رائے دی کہ آپ صادق اور امین ہیں تب آپ نے پوچھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ یہ پہاڑ جس پر میں کھڑا ہوں اس کے عقب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا ہے تو کیا تم یقین کر لو

گے تب بھی مخاطبین نے کہا آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اس کے بعد آپ نے توحید کی دعوت پیش فرمائی۔(۱۴)

آپ کی زندگی رہتی دنیا تک کے داعیانِ حق اور مبلغین کو سبق دیتی ہے کہ داعی کے پاس ایسی زبردست اخلاقی قوت اور ساکھ ہو کہ وہ اپنے مخاطبین کے سامنے اپنے شخصی کردار کو پیش کر سکے جب کردار کی صداقت تسلیم ہو جاتی ہے تو عقائد کی قبولیت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں ورنہ قول و عمل کے تضاد نہ صرف قبولیتِ حق کا راستہ روکتے ہیں بلکہ اللہ کی نظر میں بھی ناپسندیدہ قرار پاتے ہیں۔ ارشاد ہوا:

﴿یا یھاالذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون﴾(۱۵)

﴿کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون﴾(۱۶)

﴿أتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم﴾(۱۷)

قرآن مجید نے بنی اسرائیل کو ایک داعیانہ امت کے طور پر پیش کرتے ہوئے جب عبرت اور نصیحت کی مثال بنایا ہے تو ان کے تضادات کو نمایاں کرتے ہوئے کہا ہے کہ

﴿افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض﴾(۱۸)

بے عمل داعیوں کے انجام سے آگاہ کرنے لیے حضورؐ نے شب معراج کا ایک منظر درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''میں نے معراج کی شب میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کی امت کے مقررین ہیں یہ لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے تھے اور خود بھولے ہوئے تھے''۔(۱۹)

حضور اکرمؐ کی زندگی میں دعوتی اخلاص اور تاثیر کی بنیاد میں ایک طرف اپنی ذمہ داری کا شعور ہے تو دوسری طرف وہ روحانی خوراک ہے جو آپ نماز اور تلاوت قرآن پاک کے شغف سے حاصل کرتے تھے۔ سورۂ مزمل میں اللہ نے آپ کو دعوتی زندگی میں کامیابی کے لیے جس اثاثے او

سرمایے کی ہدایت دی ہے وہ سب سے کٹ کر اللہ کا ہو جانا ہے اپنی راتوں کو اس کی محبت سے سجانا ہے جس سے دعوتی زندگی میں قوتِ ارادی کو استحکام ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یا یھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا اور زد علیه ورتل القرآن ترتیلا انا سنلقی علیک قولاً ثقیلا ﴾(۲۰)

قرآن آپ کی دعوتی زندگی کا اصل سرچشمہ ہے چنانچہ سیرت پاک کے مطالعے سے واضح راہنمائی ملتی ہے کہ حضور اکرمؐ کی امت کو ختم نبوت کے عملی تقاضے دعوتی سرگرمی کے ذریعے سرانجام دینے ہیں اور اس کام میں قرآن کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی کیونکہ تذکیر و تبلیغ کے لیے قرآن ہی اصل راہنما ہے۔ مونس وغمخوار ہے۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی آیات کی تلاوت کرے ان پر غور وفکر کرے کیونکہ اس سے بے نیاز ہو کر نہ تو داعی خود دین پر قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی دعوت کا کام کر سکتا ہے تاہم داعیانہ اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ تلاوت اپنے تزکیہ نفس اور طلب ہدایت کے لیے ہو نہ کہ مخاطبین کو گرویدہ بنانے کے لیے، قرآن تو حضورؐ کی زندگی میں قوت اور تاثیر کا حقیقی سرچشمہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿کتاب انزلنه الیک مبارک لیدّبّروا ایته ولیتذکّر اولوا الالباب ﴾(۲۱)

حضورؐ فرماتے ہیں:

یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس پر پانی پڑتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی کیا چیز ہے؟ فرمایا دل کا زنگ اسطرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے۔ (۲۲)

حضورؐ کی دعوتی زندگی آسانی نہیں مشکلات اور مصائب کے سنگ ہائے میل کی نشاندہی کرتی ہے کیونکہ راہِ دعوت کے ساتھ آزمائشیں لازم وملزوم ہیں جن کے لیے صبر حضورؐ کی زندگی کا بنیادی سرمایہ ہے آپؐ فرماتے ہیں: ''وانّ النصر مع الصبر''(۲۳)

اسوۂ رسول کے دعوتی پہلو کے مطالعے سے داعی حق کے لیے نصیحت اور تذکیر کا جو سامان

سامنے آتا ہے اس میں صبر قوت کا سرچشمہ ہے جس کے ذریعے داعی راہِ حق پر استقامت اور حوصلہ حاصل کرتا ہے۔ خود نبی اکرمؐ کو نماز اور صبر کے ذریعے استعانت طلب کرنے کی ترغیب دی گئی حتیٰ کہ یہاں تک حوصلہ دیا گیا کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

﴿یا یھا الذین امنوا استعینوا بالصّبر و الصّلوٰۃ ان اللہ مع الصّابرین﴾ (۲۴)

حضورؐ کی سیرت میں دعوت کا کام مسلسل ہے نہ کہ وقتی جوش کے تحت کسی مخصوص عرصے تک محدود ہو لہٰذا صبر اور حکمت کے ساتھ مسلسل دعوت ایک طرف تو معاشرے میں اسلامی فکر کے نفوذ کی ضامن ہے دوسری طرف مسلسل دعوت داعیؐ کو بھی جادۂ حق پر گامزن رکھتی ہے۔ مخاطب اس کی دعوت پر دھیان نہ بھی دیں تو کم از کم وہ خود مسلسل اس کام میں مشغول رہنے سے نیکی اور اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ برائی اور معصیت سے تحفظ پاتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے دعوت کی راہ میں ہر طرح کی مثبت تدبیر کو بھی اختیار کیا اور تمام دستیاب اور ممکن اسباب سے بھی استفادہ کیا مگر اسوۂ رسولؐ انتہائی اہم سبق یہ بھی ہے۔ تدبیر کا اختیار کرنا اور اسباب سے استفادہ کرنا سنت بھی ہے اور اللہ کا حکم بھی لیکن نتائج داعی کی کوشش سے وابستہ ہونے کی بجائے اللہ کی قدرتِ کاملہ کے مرہونِ منت ہیں۔ حضور اکرمؐ نے تمام اہلِ مکہ کو یکساں طور پر دعوت کا مخاطب بنایا حتیٰ کہ اپنے محبت کرنے والے چچا جناب ابو طالب کے لیے تو کس کس طرح نہ تڑپے مگر انسانوں کے قلوب اللہ کی انگلیوںؔ کے درمیان ہیں۔ (۲۵)

رحمتِ دوعالم کی دعوتی کاوشوں کے نتائج ''یھدی لمن یشاء'' کے قرآنی اصول کی تصدیق کرتے رہے پھر مکہ کے بعد حضورؐ نے تو طائف کو اپنی دعوتی جدو جہد کا ہدف قرار دیا آپ نے اپنی زندگی کا کٹھن ترین سفر بھی طائف کے لیے کیا اور راہِ حق میں قربانی اور عزیمت کی اعلیٰ ترین مثال بھی سرزمینِ طائف پر پیش فرمائی مگر یثرب جو دور بھی تھا اور فوری منصوبہ دعوت کا حصہ بھی نہیں تھا وہ طائف پر سبقت لے گیا اور یثرب سے مدینۃ النبی بن کر تا قیامت داعیانِ حق کی محبتوں کا مرکز قرار پایا۔

☆☆☆☆☆☆

# حواشی

۱۔ الاحزاب/۲۱ ۲۔ الاحزاب/۴۵

۳۔ البقرۃ/۸۰ ۴۔ الزمر/۵۳

۵۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، ۴/۲۴۳، مکتبہ المنار، بیروت، ۱۹۷۸ء

۶۔ المائدۃ/۸ ۷۔ الکھف/۶

۸۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسی، الجامع، ۵/۱۵۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۹ء

۹۔ آل عمران/۱۰۳ ۱۰۔ الانعام/۱۶۳

۱۱۔ القلم/۴ ۱۲۔ النحل/۱۲۵

۱۳۔ الحجر/۹۴

۱۴۔ سیرۃ النبی، ۱/۵۷۲ (اردو ترجمہ) الفیصل ناشر و تاجران کتب لاہور، ۱۹۹۴ء

۱۵۔ الصف/۲ ۱۶۔ الصف/۳

۱۷۔ البقرۃ/۴۴ ۱۸۔ البقرۃ/۸۵

۱۹۔ ترمذی، الجامع، ۴/۱۹۲، ۲۰۔ المزمل/۱۔۴

۲۱۔ ص/۲۹

۲۲۔ ریاض الصالحین، ۲/۲۰۱، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء

۲۳۔ مسند امام احمد بن حنبل، ۱/۳۰۷، دارالکتب بیروت، ۱۹۹۴ء

۲۴۔ البقرۃ/۱۵۳ ۲۵۔ ترمذی، الجامع، ۳/۲۴۲

# رعاية الله للمنفقين

عن ابى هريرة، رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "بينما رجل يمشي بفلاة من الارض، فسمع صوتاً في سحابة: اسق حديقة فلان، فتنحى ذلك السحاب فأفرغ ماءه في حرة، فإذا شرجة من تلك الشراج قد استوعبت ذلك الماء كله، فتتبع الماء، فإذا رجل قائم في حديقته يحول الماء بمسحاته، فقال له: يا عبد الله ما اسمك؟ قال: فلان للاسم الذي سمع في السحابة، فقال له: يا عبدالله لم تسألني عن اسمي؟ فقال: إني سمعت صوتاً في السحاب الذي هذا ماؤه يقول: اسق حديقة فلان لاسمك، فما تصنع فيها؟ فقال: أما إذ قلت هذا، فإني أنظر إلى ما يخرج منها، فأتصدق بثلثه" و أكل أنا و عيالي ثلثاً، وأردُّ فيها ثلثه"

(رواه مسلم)